(قسط ۲۱)

احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

حضرت عمرؓ کے اہم فیصلے

مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

وهو قول زيد بن ثابت حين دخل
عليه نفر فقالوا له حدثنا احاديث
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال كنت جاره فكان اذا نزل عليه
الوحي بعث الي فكتبته له فكان
اذا ذكرنا الدنيا ذكرها معنا واذا
ذكرنا الآخرة ذكرها معنا. واذا
ذكرنا الطعام ذكره معنا فكل هذا
احدثكم عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم ومنه ما قصد به
مصلحة جزئية يومئذ وليس
من الامور اللازمة لجميع الامة
وذلك مثل ما يامر به الخليفة

(د) اور وہ کام جو آپ نے حالات و
زمانہ کی جزئی و عارضی مصلحت سے کئے تو
اور پوری امت کے لئے لازم نہیں ہیں مثلاً
فوجوں کی درستگی اور جنگی علامتوں کی تعیین کے
وہ احکام جن کو خلیفہ وقتاً فوقتاً دیتا رہتا
ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے اس قول۔ "مالنا
وللرمل الخ" (اب ہم کو حج میں اکڑ اکڑ کر چلنے
کی کیا ضرورت ہے؟) ہم ایک قوم (کفار
قریش) کے سامنے اس کی نمائش کیا کرتے تھے
لیکن اب اللہ نے اسکو ہلاک کر دیا) کا یہی
مطلب ہے کہ وہ اس کو ایک خاص جزئی وعارضی
مصلحت سمجھتے تھے لیکن چونکہ انکے پاس اس
اجتہاد پر پورا اطمینان نہ تھا۔ اس لئے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من تعبیۃ الجیوش وتعیین الشعار وھو قول عمر رضی اللہ عنہ مالنا وللرمل کنا نترا ءی بہ قوما قد اھلکھم اللہ ثم خشی ان یکون لہ سبب اٰخر وقد حمل کثیر من الاحکام علیہ۔ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل قتیلاً فلہ سلبہ و منہ حکم وقضاء خاص وانما کان یتبع فیہ البیّنات والایمان وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ الشاھد یری مالا یراہ الغائب۔ ۱؎

خوف ہوا کہ شاید اس کا کوئی اور سبب ہو اس بناء پر عمرؓ نے اس میں دست اندازی گوارہ نہ کی۔ ان کے علاوہ اور دوسرے احکام مثلاً رسول اللہ کا یہ حکم "مَنْ قتل قتیلاً" (جو شخص جس کو قتل کرے اسکا ہتھیار اسی کا حق ہے) اسی طرح آپ کے خاص حکم و فیصلے جو گواہوں اور قسموں کی خاص نوعیت سے متعلق ہوتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا تھا "الشاھد یری" الخ (واقعہ میں حاضر جو کچھ دیکھتا ہے اس کو غائب نہیں دیکھتا ہے) کا یہی مطلب ہے

احادیث کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابت کا حسب ذیل بیان بنیادی حیثیت رکھتا ہے جب ان سے چند لوگوں نے رسول اللہؐ کی حدیثیں بیان کرنے کی درخواست کی تو فرمایا "کنت جارہ" الخ (میں آپ کا پڑوسی تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ مجھ کو بلا بھیجتے تھے اور آپ کے حکم سے اسکو لکھتا تھا لیکن جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تھے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے تھے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تھے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے تھے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو آپ ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر کرتے تھے کیا میں ان تمام چیزوں کو بطور حدیث بیان کروں۔؟

شاہ صاحب کے بیان کا خلاصہ

شاہ صاحب کے مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ ہے

۱؎ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ باب بیان اقسام علوم النبیؐ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات کی دو قسمیں ہیں،

(۱) ایک وہ جن کا تعلق پیغمبرانہ فرائض تبلیغ رسالت اور مہمات امور دین سے ہے مثلاً عقاید عبادات اخلاق اخبار معاد اور معاملات کے وہ ضروری حصے جو حالات و زمانے کے اثر کو نہیں قبول کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ جن کا تعلق انسانی باتوں سے ہے یا حالات و زمانہ کے اثر کو قبول کرنے والے ہیں۔ مثلاً:

(۱) عارضی و جزئی مصلحت کی بنا پر کوئی حکم۔

(ب) حالات و زمانہ کے ساتھ بدلنے والے احکام

(ج) وہ امور جن کو آپ نے شخصی، قومی یا ملکی عادت و رواج کے مطابق کیا

(د) وہ امور جو بطور قصہ مشہور تھے اور آپ نے تفنن طبع یا کسی اخلاقی نتیجہ کے طور پر بیان کیا۔

(ر) عربوں کے بعض تجربات و مسلّمات اور علاج و معالجہ کی باتیں۔

(س) زراعت وغیرہ کے متعلق بعض ذاتی رائیں۔ وغیرہ

دنیا کے ہر "دستور" کا دائرہ کار صرف اپنے زمانہ کے حالات میں محدود رہتا ہے اور اس کی "نمو" کیلئے عموماً کوئی ایسی صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے جس میں مستقبل کی ضمانت ہو۔

لیکن جس "دستور" کی حیثیت دائمی و عالمگیر ہو اس کی "نمو" میں دو باتوں کی رعایت ناگزیر ہے۔

(۱) کچھ ایسی چیزیں ہوں جن کا تعلق خاص زمانہ و حالات سے ہو۔ اور (۲) کچھ ایسی ہوں جن کا دائرہ کار بعد کے حالات وادوار کو اپنے اندر سمیٹ سکے۔ اگر پہلی چیزیں نہ ہوں تو نفاذ کے لئے "نمونہ" نہیں سامنے آتا ہے۔ اور دوسری نہ ہوں تو اس کی دوامی تسلسل نہیں برقرار رہتی ہے! اسی طرح اگر پہلی کو نظر انداز کر دیا جائے تو مطابقت کی کوئی ضمانت نہیں رہتی ہے اور دوسری کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہوس پرستوں کو رنگ آمیزی و ہوس رانی کا پورا موقع مل جاتا ہے۔

اسی بنا پر جن بزرگوں کے پیش نظر "دستور" کو قابل عمل قابل نفاذ اور دائمی شکل میں برقرار رکھنے کا مسئلہ تھا انہوں نے دونوں قسموں میں فرق و امتیاز کو ملحوظ رکھا جیسا کہ حضرت عمرؓ کے توسیعی پروگرام میں گذر چکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔

حضرت عمرؓ نے کثرت روایت سے منع کیا

(۹۴) حضرت عمرؓ نے احادیث کم روایت کرنے کا حکم دیا اور کثرتِ روایت سختی کے ساتھ منع کیا۔ چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

وقد كان عمر من وجله يخشى الصاحب على رسول الله يأمرهم ان يقلوا الرواية عن نبيهم و لئلا يتشاغل بالاحاديث عن حفظ القرآن عن قرظة بن كعب قال لما سيرنا عمر الى العراق مشى معنا عمر قال اتدرون لم شيعتكم قالوا نعم مكرمة لنا قال ومع ذالك فانكم تأتون اهل قرية لهم دوى بالقرآن كدوى النحل فلا تصدوهم بالاحاديث فتشغلوا هم جردوا القرآن واقلوا الرواية عن رسول الله وانا شريككم فلما قدم قرظة قالوا حدثنا فقال نهانا عمر عن ابي سلمة عن ابي هريرة قلت له كنت تحدث في زمان

حضرت عمرؓ اس ڈر سے کہ صحابہ رسول اللہ سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں نیز یہ کہ حدیث میں مشغول ہو کر قرآن کو یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائیں صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ کم روایت کیا کریں ــــ قرظہ بن کعب کہتے ہیں کہ جب عمرؓ نے ہم کو عراق بھیجا تو خود ہمارے ساتھ نکلے اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ آرہا ہوں۔ لوگوں نے کہا عزت واکرام کیلئے! فرمایا درست ہے لیکن ایک اور غرض بھی ہے وہ یہ کہ تم لوگ ایسی جگہ جا رہے ہو جہاں لوگوں کی آواز قرآن پڑھنے میں شہد کی مکھی کی طرح گونجتی ہے ان کو احادیث میں مشغول کر کے اس سے نہ روک دینا قرآن میں آمیزش نہ کرنا اور رسول اللہ سے کم روایت کرنا میں تمہارا شریک ہوں چنانچہ جب قرظہؓ وہاں پہونچے تو لوگوں نے کہا کہ حدیث بیان کیجئے انھوں نے جواب دیا کہ عمرؓ نے منع کیا ہے۔ ــــ ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ عمرؓ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمر ھٰکذا فقال لوکنت احدث	زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت کرتے تھے
فی زمان عمر مثل ما احدث کم	انہوں نے کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو عمرؓ دُرّے سے
لضربنی بمخفقتہ ان عمر حبس	مجھ کو مارتے حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ،
ثلثۃ ابن مسعود وابا الدرداء	ابو درداءؓ اور ابو مسعودؓ کو روکے رکھا اور کہا کہ
وابا مسعود الانصاری فقال	تم لوگوں نے رسول اللہؐ سے بہت حدیثیں روایت
قد اکثرتم الحدیث عن رسول	کرنی شروع کردی ہیں ۔
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]	

چار قسم کے خدشات کا اندیشہ تھا: روایات کے تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ کم روایت کے حکم میں چار قسم کے خدشات پیشِ نظر تھے:

(۱) رسول اللہؐ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔

(۲) حدیث میں مشغولیت قرآن کی طرف سے بے توجہی کا باعث نہ بن جائے۔

(۳) جن حدیثوں سے کوئی شرعی غرض وابستہ نہیں ہے ان کو زیادہ اہمیت نہ حاصل ہو جائے۔

(۴) حدیثوں میں فرق و امتیاز نہ قائم رہے۔ اور تشریعی و غیر تشریعی ایک درجہ میں آجائیں۔

جو حضرات منصب خلافت کے رمز شناس ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس اقدام کے ذریعہ خلافتی ذمہ داریوں سے کس قدر سبک دوشی حاصل کی ہے؟ اور منصب نبوت کو بلند و بالا مقام پر برقرار رکھتے ہوئے خلافتی اختیارات کو کس حد تک استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہؒ صاحب لکھتے ہیں۔

"چوں نوبت خلافت خاصہ رسید شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) در مجالس متعددہ تمیز و تفریق در منصب نبوت و منصب خلافت بیان کردند"[2]

جرح و تعدیل کے ساتھ درایتی معیار کا لحاظ کیا: (۹۵) حضرت عمرؓ نے فن جرح و تعدیل ایجاد کیا اور حدیثوں کے جانچنے میں درایتی معیار کو بھی کافی اہمیت دی چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد اول امیر المومنین عمر بن الخطاب۔ [2] ازالۃ الخفاء مقصد دوم نکتہ اولیٰ صفحہ ۱۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صبر چند جمیع صحابہ عدول اند و روایت ایشاں مقبول و عمل بموجب آنچہ بروایت صدوق از ایشاں ثابت شود لازم اما در میاں آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم بود و آنچہ بعد وے حادث شدہ فرق ما بین السموات والارض است"[1]

تلاش و تحقیق کے بعد محدثین نے درایتی معیار میں درج ذیل قسم کی چیزیں شامل کی ہیں:[2]

(۱) "حدیث" قرآن حکیم کے خلاف نہ ہو۔

(۲) واقعات و مشاہدات کے خلاف نہ ہو۔

(۳) مسلّمہ اصول کے منافی نہ ہو۔

(۴) حدیث متواتر اور تعامل صحابہؓ کے خلاف نہ ہو۔

(۵) عقل کے خلاف نہ ہو۔ (وہ عقل جو قلب کی تربیت گاہ میں تربیت پائی ہوئی ہو۔

(۶) اس میں اوہام پرستی کی ترغیب نہ ہو۔

(۷) معمولی باتوں پر سخت عذاب کی دھمکی نہ ہو۔

(۸) مضمون روایت میں ایسا اشتباہ نہ ہو جس کی تعبیر و توجیہ مشکل ہو۔

(۹) فضائل و مناقب میں غلو سے کام نہ لیا گیا ہو۔

(۱۰) معائب کے بیان میں مبالغہ سے کام نہ لیا گیا ہو۔

(۱۱) ایسی پیشین گوئیاں نہ ہوں جن میں سال اور ماہ کا تعین ہو۔

(۱۲) ایسے واقعات نہ بیان ہوں جن کا تذکرہ قرآن حکیم اور صحیح حدیثوں میں نہ ہو۔

(۱۳) الفاظ کی بندش ایسی نہ ہو کہ عربی قواعد پر وہ منطبق نہ ہو سکے۔

(۱۴) معانی و مفاہیم ایسے نہ ہوں جو شان نبوت اور وقار رسالت کے منافی ہوں۔

(۱۵) نیکی و بھلائی کے معمولی کاموں پر انبیاء و مرسلین جیسے ثواب کی ترغیب نہ ہو۔ وغیرہ

چنانچہ موضوعات پر لکھی ہوئی کتابوں میں اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد دوم نکتہ اولیٰ صلا ۔ [2] عجالہ نافعہ و مقدمہ فتح الملہم صلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كل حديث رأيته يخالف العقول	جو حدیث عقل کے مخالف یا اصول کے مناقض
او يناقض الاصول فاعلم	ہے وہ موضوع ہے۔ اس کے راویوں کا اعتبار
انه موضوع فلا يتكلف اعتباره	نہ ہوگا۔ اور نہ راویوں کے جرح میں نظر کی
اى لا تعتبر رواته ولا ينظر في	جائے گی۔ اسی طرح جس حدیث کو حس
جرحهم او يكون مما يدفعه الحس	اور مشاہدہ رد کر دے یا جو کتاب
والمشاهدة او مباينا للنص الكتاب	اللہ، سنت متواترہ اور اجماع
او السنة المتواترة او الاجماع	قطعی کے خلاف ہو۔ اور کوئی تاویل
القطعي حيث لا يقبل شيء من	قابل قبول نہ بن سکے وہ سب
ذالك التاويل ۔ لہ	موضوع ہیں۔

محدثین کی اس قسم کی تصریحات سے واضح ہے کہ حدیث کی قبولیت کے لئے صرف راوی کا ثقہ ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اور باتیں بھی ضروری ہیں نیز یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف ثقاہت واقعہ کی پوری حقیقت سمجھنے اور موقع و محل کی خصوصیات ملحوظ رکھنے کو مستلزم نہیں ہے۔

حدود و قیود کی خلاف ورزی اور افراط و تفریط کی راہیں!

کس قدر محرومی اور بے بصری کی بات ہے کہ ہمارے اسلافؒ نے جن جن گوشوں کی نشان دہی کی تھی انہیں سے خطرات کا ظہور ہوا اور جو جو حد بندیاں قائم کی تھیں انہیں کو توڑنے کی کوشش ہوتی ہے۔ مثلاً:

(۱) قرآن حکیم کو محض ایک مقدس نوشتہ کی حیثیت دی گئی اور اصل غرض سے روگردانی کی وہ مثال قائم ہوئی کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) احادیث کو بحث و نزاع کا موضوع بنایا گیا۔ اور انکار و قبول میں اس قدر وسعت سے کام لیا گیا کہ شان رسالت کی کوئی پرواہ ہوئی اور نہ منصب رسالت کی کوئی حیثیت قائم رہ سکی۔

(۳) روایتی معیار کو نظر انداز کیا گیا اور صرف ایک شخص کے قال الرسول کہدینے کو کافی سمجھ لیا

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الملہم موتذکرۃ الموضوعات و موضوعات کبیر وغیرہ

© rasailojaraid.com

گیا اگرچہ وہ واقعات کا صحیح تجزیہ نہ کر سکا ہو۔

(۴) احادیث میں فرق و امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور ان حدیثوں کو زیادہ اہمیت دی گئی جن کا تشریع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) فضائل و مناقب کی حدیثوں کو وظیفۂ حیات بنایا گیا اور تشریعی حدیثوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی اور اگر دی گئی تو بس اس قدر کہ اپنے فقہی مسلک کی کسی طرح تائید و توثیق حاصل کی جائے۔

(۶) سماجی زندگی و اصلاح معاشرہ سے متعلق حدیثوں کو بھلا دیا گیا اور صرف وہ حدیثیں یاد رہ گئیں جن کا موجودہ اور آئندہ حالات و معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۷) عزم و ہمت پر ابھارنے والی اور صلاحیت و کارکردگی کی طرف توجہ دلانے والی حدیثوں کو فراموش کر دیا گیا۔ اور خواب اور موضوع روایتوں کو بلا تحقیق قبول کر لیا گیا۔

غرض افراط و تفریط اور حدود و قیود توڑنے کی وہ ساری منزلیں طے کی گئیں جن کے تصور سے صحابہ کرام لرزتے تھے اور محض خطرات کے اندیشہ سے سنگ نشان قائم کئے تھے۔

اجماع کو منتظم شکل دے کر بعد کیلئے قابل عمل بنایا

(۹۶) حضرت عمرؓ نے اجماع کو منتظم شکل دی اور نمونہ پیش کر کے بعد کے لئے قابل عمل بنایا۔

"اجماع کثیر الوقوع اتفاق اہل حل و عقد است از مفتیان امصار این معنی در مسائل عصر فاروق اعظمؓ یافتہ می شود کہ اہل حل و عقد بر آں اتفاق کردہ اند"۔ ۱

عرصہ سے اجماع کی تعبیر جس انداز سے کی جا رہی ہے اس کے لحاظ سے وہ ناقابل عمل ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کہتے ہیں۔

"بازا اجماعے کہ تخیل اہل زمان است بمعنی اتفاق جمیع امت مرحومہ بحیث لا یشذ منہم فرد واحد نصاً من کل واحد منہم خیال محال است ہرگز واقع نشد"۔ ۲

یعنی جو اجماع لوگوں کے خیال میں ہے کہ اس میں ساری امت مرحومہ کا صراحتہ اتفاق ہو

---

۱ ازالۃ الخفاء مقصد دوم حکایات گشت فاروق اعظم ص۸۵ ۔ ۲ ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کوئی اس سے الگ نہ رہے یہ خیال محال کبھی واقع نہیں ہوا ہے "

اجماع کے بارے میں بھی افراط و تفریط کی دو راہیں موجود ہیں ایک گروہ اجماع کو ناممکن العمل عد الحصول سمجھتا ہے اور دوسرا اس قدر سہل الحصول تسلیم کرتا ہے کہ نا اہلوں پر مشتمل کمیٹی کو اجماع کا درجہ دینے کے لئے تیار ہے۔

راقم کی کتاب "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" میں اجماع و قیاس وغیرہ مسائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے وہیں اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قیاس و استنباط کی راہیں نکالیں

(۹۷) حضرت عمرؓ نے اپنے فتووں، فیصلوں اور ہدایتوں کے ذریعہ قیاس و استنباط کی راہیں نکالیں جن کی مدد سے بعد میں اصول فقہ کا عظیم الشان فن ترتیب دیا گیا۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرمایا۔

اعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذالک	اشباہ اور امثال کی معرفت حاصل کرو پھر نئے امور کو ان پر قیاس کرو۔

اس کلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں علت مشترکہ ہونا ضروری ہے جس کو بنیاد بنا کر فقہاء نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے۔

الحاق امر بامر فی الحکم الشرعی لاتحاد بینھما فی العلۃ۔ [1]	ایک مسئلہ کا جو حکم ہے اتحاد علت کی وجہ سے وہی حکم دوسرے مسئلہ کا قرار دینا۔

موقع و محل کی تعیین وغیرہ کی مثالیں پیش کیں

(۹۸) حضرت عمرؓ نے حالات و زمانہ کی رعایت۔ موقع و محل کی تعیین۔ تقدیم و تاخیر تخصیص و تعمیم اور مطلق و مقید وغیرہ امور کی بہت سی مثالیں پیش کیں جن کی مدد سے بعد میں فقہ کی تدوین کا عظیم الشان کام انجام پایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے۔

لو وضع علم احیاء العرب فی کفۃ میزان و وضع علم عمر	اگر تمام عرب قبیلوں کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور عمرؓ کا علم دوسرے پلہ میں تو عمرؓ

---

[1] ملاحظہ ہو تفصیلی بحث کے لئے "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" از صہ ۲۱۰ تا صہ ۲۴۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی کفۃ لرجح علم عمر[1] کا پلہ بھاری رہے گا۔

نئے و مشکل مسائل کی دریافت کا راستہ کھولا!

(۹۹) حضرت عمرؓ نے مشکل مسائل کے استنباط، نئے مسائل کی دریافت معارض حدیثوں میں تطبیق پیدا کر کے شریعت کو زندۂ جاوید بنائے رکھنے کا راستہ کھولا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اس درجہ کے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واما غیر ھولاء الاربعۃ فکانوا یروون دلالۃ ولکن ما کانوا یمیزون الرکن والشروط من الآداب و السنن ولم یکن لھم قول عند تعارض الاخبار و تقابل الدلائل الا قلیلا کابن عمرؓ وعائشۃ و زید بن ثابت۔[2]

لیکن ان چار (عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ) کے سوا باقی اور اصحاب دلالت کو سمجھتے تھے لیکن آداب وسنن ارکان اور شرائط میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ نیز حدیثوں کے تعارض اور دلیلوں کے تقابل میں (بعض موقعوں کے علاوہ) ان کی بات زیادہ اہم نہ ہوتی تھی۔ جیسے ابن عمرؓ عائشہ اور زید بن ثابت۔

تمدنی و ملکی مسائل کی طرف خصوصی توجہ کی!

(۱۰۰) حضرت عمرؓ نے تمدنی و ملکی مسائل کی طرف خصوصی توجہ مرکوز کی جن کی وجہ سے پھر وہ مجتہد مستقل کے خطاب کے مستحق قرار پائے۔

"نسبت او با مجتہداں امت مانند نسبت مجتہد مستقل است با مجتہداں منتسب"[3]

مذکورہ تشریحات میں بعض جگہ تعبیر کے الفاظ یقیناً سخت ہو گئے ہیں لیکن درد آشنا کی نظر درد پر چاہئے نہ کہ اس کے اظہار کے طریقوں پر۔

مقصد یہ ہے کہ ملت کی نشاۃ ثانیہ میں مذہبی نمائندے اپنا انداز فکر بدلیں اور نئی جلوہ گاہوں کے مدہوش اپنے ہوش و حواس کو درست کریں نہ حقائق سے جنگ میں کامیابی ہوگی اور نہ فریبی کی دنیا ہمیشہ ساتھ دے سکے گی۔

باقی آئندہ

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد دوم الفصل السابع فی لقاء و سلسلۃ الصحبۃ ص ۱۸۵ [2] حجۃ اللہ البالغہ باب کیفیۃ تلقی الامۃ الشرع
[3] ازالۃ الخفاء حکایات گذشت مقصد دوم ص ۹۳

© rasailojaraid.com